نشری تقریر

ڈاکٹر اسرار احمد

قرآن کا اسلوبِ بیان

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری اور کامل واکمل رسُول ہیں اور ان پر نبوّت صرف ختم ہی نہیں ہوئی درجۂ اتمام کو بھی پہنچی ہے۔ اور رسالت کا سلسلہ بند ہی نہیں ہوا مرتبۂ تکمیل کو بھی پہنچا ہے۔ اسی اتمامِ نبوّت اور تکمیلِ رسالت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپؐ کا دورِ رسالت تاقیامِ قیامت جاری رہے گا۔ اور آپ کی بعثت کے بعد سے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان آپؐ کی اُمّتِ دعوت میں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کو جو معجزہ عطا ہوا یعنی قرآن مجید وہ بھی ہمیشہ قائم و دائم رہنے والا ہے۔ بخلاف بقیہ انبیاء و رُسل کے جن کے معجزات صرف اُن کی حیاتِ دُنیوی ہی تک محدود تھے۔

اس حقیقت پر پوُری اُمّت کا اجماع ہے کہ اگرچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے شمار ہیں، تاہم آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ جسے تحدّی یعنی Challenge کے ساتھ پیش فرمایا گیا، وہ قرآنِ حکیم ہی ہے۔ البتّہ یہ امر کہ قرآن کن کن پہلوؤں اور اعتبارات سے معجزہ ہے، علماء و محقّقین کے مابین بحث و جستجو کا موضوع رہا ہے اور اس موضوع پر بہت سی مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور اعجازِ قرآنی کا ایک حد درجہ روشن پہلو یہ بھی ہے کہ خود اس موضوع کا احصاء واحاطہ بھی ممکن نہیں ہے ـــــ تاہم اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ قرآنِ حکیم کا اسلوبِ بیان بھی اس کے اعجاز کا ایک اہم مظہر ہے۔

واضح رہے کہ قرآنِ حکیم کا اسلوب عام انسانی تصنیفات و تالیفات کے اسلوب سے یکسر مختلف ہے، اور اس کی سورتیں ہرگز ابواب یا Chapters کی حیثیت نہیں رکھتیں اور جو لوگ

© rasailojaraid.com

عام انسانی تصنیف و تالیف کے اسلوب کو مدّ نظر رکھ کر قرآن کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں وہ خود بھی سخت الجھن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بقدرِ استعداد دوسروں کو بھی مغالطوں میں مبتلا کرنے کا سبب بن جاتے ہیں ——— !!

یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ اگرچہ قرآن نوعِ انسانی کے نام اللہ کا ابدی اور سرمدی پیغام ہے تاہم اس نے فطری و منطقی طور پر اس اسلوب کا لبادہ اوڑھا ہے جو زمانہ و علاقۂ نزول کے ظروف و احوال سے مناسبت رکھتا تھا۔ عرب میں نزولِ قرآن کے زمانے میں کلام کے تین معروف اسلوب پائے جاتے تھے۔ ایک[۱] شعر و قصیدہ، دوسرے[۲] خطبہ و خطاب اور تیسرے[۳] کاہنوں وغیرہ کا اندازِ کلام ——— اور ان تینوں ہی اصناف میں کوشش ہوتی تھی کہ کلام مسجّع بھی ہو اور مقفّٰی بھی ——— یعنی الفاظ میں شان و شوکت اور شکوہ و تمکنت بھی موجود ہو اور ایک صوتی آہنگ بھی پایا جائے۔ ان میں سے شعر و قصیدہ میں وزن، بحر اور ردیف کی پابندیوں کے باعث تکلّف کا پایا جانا لازمی ہے۔ پھر یہی تکلّف تصنّع کو جنم دیتا ہے، اور بالآخر یہ تصنّع شعر و شاعری اور اس بازار کے تمام دکانداروں اور گاہکوں یعنی شاعروں اور اُن کے ہم نشینوں، مدّاحوں اور پیروؤں سب کی سیرتوں اور شخصیّتوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ چنانچہ یہی ہے وہ حقیقت جسے قرآن حکیم نے سورۃ الشعراء میں حد درجہ فصاحت و بلاغت اور اختصار و جامعیّت کے ساتھ ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝

"یعنی شاعروں کا اتّباع تو گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں، اور کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں!"

اور اس ضمن میں اگرچہ قرآن نے ایمان اور عملِ صالح کے حامل شعراء کو مستثنیٰ کیا ہے، تاہم استثناء تو استثناء ہی ہوتا ہے۔ اس سے قاعدہ کلّیہ باطل نہیں ہوتا، وہ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے ——— یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰسین میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ (ہم نے انہیں شعر کہنا نہیں سکھایا، اس لیے کہ وہ ہرگز ان کے شایانِ شان نہیں ہے!) ——— رہا کاہنوں کا کلام تو وہ اُن سے بھی چار قدم آگے ہے

اس لیے کہ اس میں بھی نہ صرف یہ کہ تکلّف و تصنّع درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہوتا تھا، بلکہ مزید برآں بات واضح یعنی "مُبین" نہیں بلکہ گول مول، اور ذو المعنیین ہی نہیں ذو المعانی ہوتی تھی یعنی بہت سے مختلف ہی نہیں متضاد احتمالات کی حامل — ان دونوں اسالیب کو ترک کر کے قرآن نے مروّجہ اسالیب میں سے خطبہ کے اسلوب کو اختیار کیا، جس میں خطیب اپنے مخاطبین کو کسی خاص بات پر آمادہ کرنا اور کسی خاص رُخ پر لے چلنا چاہتا ہے — گویا اُس کے کلام میں ایک مقصدِ معیّن موجود ہوتا ہے اور اگرچہ اس میں وہ الفاظ کے حُسن اور شان و شوکت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے اور صوتی آہنگ کو بھی، لیکن بس اس حد تک کہ نہ تو مفہوم و معنی میں ابہام و گنجلک پن پیدا ہو اور نہ ہی تکلّف و تصنّع کی جھلک نظر آئے۔ اور کلام کی لذّت و حلاوت کو سامع اپنے قلب کی گہرائیوں میں تو ضرور محسوس کرے لیکن اس میں انہماک آتنا نہ ہو کہ کلام کے مقصد ہی سے غفلت ہو جائے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ صفات ہیں جو تمام کی تمام بتمام و کمال قرآن کے اسلوبِ بیان میں موجود ہیں۔

پھر چونکہ اس کلام کا متکلّم خالقِ ارض و سماوات بھی ہے اور فاطرِ فطرت بھی، لہٰذا اس کے کلام میں جہاں "کَلَامُ الْمُلُوْکِ مُلُوْکُ الْکَلَامِ" کے مصداق شاہانہ اندازِ تخاطب موجود ہے وہاں فطرتِ انسانی کی گہرائیوں میں اُتر جانے کی صلاحیّت بتمام و کمال موجود ہے۔ اور ایک سلیم الفطرت انسان تو اس کو پڑھتے ہوئے ایسے محسوس کرتا ہے کہ جیسے یہ اس کی اپنی فطرت کی ترجمانی اور اس کے اپنے دل کی آواز ہو، بقول شاعر

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اُس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے!

اسی حقیقت کو امام ابنِ قیّم رحمہ اللہ نے اس طرح بیان کیا کہ: "قرآن کے بعض پڑھنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اسے پڑھتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ مصحف میں سے نہیں پڑھ رہے ہیں بلکہ اپنے لوحِ قلب پر کندہ تحریر پڑھ رہے ہیں!" قرآن کی تاثیر کا یہ وہ پہلو ہے جو انسانی اسالیبِ بیان سے بالکل ماوراء ہے اور جسے کسی انسانی حساب کتاب کے دائرے میں معیّن نہیں کیا جا سکتا۔

اِس صحبت میں جو چند باتیں عرض کرنے کی کوشش کی گئی ہے انہیں قرآن مجید نے حد درجہ ایجاز و اعجاز کے ساتھ سورۃ الحاقّہ کی ان آیات میں بیان فرمایا:

© rasailojaraid.com

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝

توقسم ہے مجھے ان سب اشیاء کی بھی جنہیں تم دیکھتے ہو اور اُن جملہ حقائق کی بھی جو تمہاری آنکھوں سے پنہاں ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۝

یقیناً یہ قرآن سنایا ہوا ہے ایک رسولِ کریم کا!

یعنی کلام تو ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا لیکن اسے سنایا ہے ایک رسولِ کریم نے جس کا مصداقِ اوّل ہیں حضرت جبریل علیہ السّلام اور مصداقِ ثانی ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

وَّمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ۝

اور نہیں ہے یہ کسی شاعر کا کلام، لیکن کم ہی ہو تم ماننے والے!

وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٍ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۝

اور نہ ہی ہے یہ کسی کاہن کا کلام، لیکن کم ہی ہو تم یاد دہانی اور نصیحت اخذ کرنے والے!

تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

بلکہ یہ تو اُتارا ہوا ہے اُس کا جو تمام جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے!

اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات تھی جو ولید بن مغیرہ نے کہی تھی کہ لوگو! میں نے بہت سے شاعروں کی صحبت اٹھائی ہے اور میں اُن کے کلام کو پرکھ سکتا ہوں لیکن محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو پیش کر رہے ہیں وہ شاعری ہرگز نہیں۔ اسی طرح میں نے سب کاہنوں کا کلام بھی سنا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیش کردہ قرآن ہرگز اُن کے کلام سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔ گویا یہ حقیقت اس پر پوری طرح منکشف ہوگئی تھی کہ قرآنِ حکیم کسی انسان کا کلام نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ بدبخت اپنی سرداری اور سرمایہ داری کے تحفّظ کے پیشِ نظر کفر پر اَڑا رہا اور ہدایت سے محروم رہ گیا۔

اعاذنا اللہ من ذٰلک ؕ

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

d.com